وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

(سورۃ البقرۃ: ۱۶۳)

عقیدۂ توحید کے تحفظ میں

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

مُرتب

حافظ محمد سعد اللہ

ایڈیٹر ○ مجلہ منہاج

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور



حجاز پبلی کیشنز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

اللّٰہ ربّ محمّد صلّی علیہ وسلّما
نحن عباد محمّد صلّی علیہ وسلّما

سید وجاہت رسول قادری

مدیرِ اعلیٰ، ماہنامہ "معارفِ رضا" کراچی۔
صدر، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان۔

wajahat@imamahmadraza.net

۲۴ر رجب المرجب ۱۴۳۰ھ
۱۸ر جولائی ۲۰۰۹ء

محترم حافظ محمد سعد اللہ زید مجدہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہر آنکہ جانبِ اہلِ وفا نگہدارد
خدایش در ہمہ حال از بلا نگہدارد

امید ہے بفضلہٖ تعالیٰ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ آپ کا ایک تحقیقی مقالہ موسوم بہ "عقیدۂ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی خدمات" مطبوعہ دارالاخلاص، لاہور، محبّی و عزیزی حضرت مولانا شہزاد مجددی زید عنایتہٗ کی عطا سے راقم تک پہنچا۔ یقین مانیے اوّل سے آخر تک نہایت انہماک سے پڑھا اور بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ دورانِ مطالعہ بعض ایسے گوشے راقم کی نگاہ میں آئے جو اس سے پہلے فقیر کے علم میں نہ تھے مثلاً امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا قدرتِ الٰہی اور احادیثِ نبوی پر کامل ایمان و یقین کا واقعہ کہ ایک ماہر علم نجوم کا بارش کے ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں ستاروں کی وضع کا زائچہ پیش کرکے یہ دعویٰ کرنا کہ اس ماہ میں بارش نہیں ہوگی اور پھر اعلیٰحضرت عظیم البرکت کا ایمان افروز جواب کہ "میں ستاروں کی چالوں کے ساتھ ساتھ انکے بنانے والے اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔"

اس مقالے کی دوسری مگر سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اپنے موضوع پر مختصر مگر جامع ہونے کے باوجود جدید جامعات کے شعبۂ علوم اسلامیہ کے فارغ التحصیل طلباء، اساتذہ و ریسرچ اسکالرز کے لئے ایک دعوتِ تحقیق و تحریر بھی ہے کیونکہ زیرِ نظر مقالہ اپنے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ کے تمام اہم نکات سمیٹے ہوئے ہے۔ مولائے کریم آپ کی اس قلمی کاوش کو شرفِ قبول عطا فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

(سورۃ البقرۃ، ۱۶۳)

عقیدۂ توحید کے تحفظ میں

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

مرتب

حافظ محمد سعد اللہ

ایڈیٹر ○ مجلہ منہاج

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

ناشر حجاز پبلی کیشنز 8/C- دربار مارکیٹ لاہور

042 37221012

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو القادر

1-	اَلحَمْدُ لِلمُتَوَحِّدِ	بِجَلَالِهِ المُتَفَرِّدِ
2-	وَصَلَاةُ مَوْلَنَا عَلَى	خَيْرِ الأَنَامِ مُحَمَّدِ
3-	وَالآلِ أَمْطَارِ النَّدَى	وَالصَّحْبِ سُحْبِ عَوَائِدِ
4-	لَاهُمَّ قَدْ هَجَمَ العِدَى	مِنْ كُلِّ شَاوٍ أَبْعَدِ
5-	فِي خَيْلِهِمْ وَرِجَالِهِمْ	مَعْ كُلِّ عَادٍ مُعْتَدِ
6-	هَاوِيْنَ زَلَّةَ مُثْبَتٍ	بَاغِيْنَ ذِلَّةَ مُهْتَدِ
7-	لٰكِنْ عَبْدَكَ آمِنٌ	إِذْ مَنْ دَعَاكَ يُؤَيَّدِ
8-	لَا أَخْتَشِيْ مِنْ بَاسِهِمْ	يَدُ نَاصِرِيْ أَقْوَى يَدِ
9-	يَارَبِّ يَارَبَّاهُ يَا	كَنْزَ الفَقِيْرِ الفَاقِدِ
10-	بِكَ أَتَّقِيْ بِكَ أَدْفَعُ	فِيْ نَحْرِ كُلِّ مُهَدِّدِ
11-	أَنْتَ القَوِيُّ فَقَوِّنِيْ	أَنْتَ القَدِيْرُ فَأَيِّدِ
12-	فَإِلَى العَظِيْمِ تَوَسُّلِيْ	بِكِتَابِهِ وَبِأَحْمَدِ
13-	وَبِمَنْ أَتَى بِكَلَامِهِ	وَبِمَنْ هَدَى وَبِمَنْ هُدِيْ
14-	وَبِطَيْبَةٍ وَبِمَنْ حَوَتْ	وَبِمِنْبَرٍ وَبِمَسْجِدِ
15-	وَبِكُلِّ مَنْ وَجَدَ الرِّضَى	مِنْ عِنْدِ رَبٍّ وَاحِدِ
16-	لَاهُمَّ فَادْفَعْ شَرَّهُمْ	وَقِنِيْ مَكِيْدَةَ كَائِدِ
17-	لَاهُمَّ سِتْرُكَ مُسْبَلٌ	فَبِذَيْلِ حِفْظِكَ أَرْتَدِيْ

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

استغاثه ومناجات

بقلم:

پاسبان عظمت الوہیت وشان رسالت، اعلیٰ حضرت

مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

اعلیٰ حضرت امام اہل محبت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک ایسے دور میں آنکھ کھولی جب اسلامی ہندوستان ایک عجب کشمکش اور غیر یقینی صورت حال کا شکار تھا اور ہر طرف قیامت صغریٰ اور نفسا نفسی کا عالم تھا، ایسے حالات میں جہاں بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولانا کفایت علی کافی جیسے لوگوں نے جان کی بازی لگائی وہیں گھبراہٹ اور افراتفری کی شکار بعض نامی گرامی شخصیات نے لبوں پر مہر سکوت ثبت کرلی جبکہ بعض نے ایسے مؤقف اختیار کئے کہ آنے والے وقتوں میں انہیں خود بھی غلطی کا احساس ہوا لیکن جب پانی سر سے گزر جائے تو پھر رونا پیٹنا بیکار ہو جاتا ہے، ایسے نا موافق حالات اور ناہموار دور میں اپنے ہوش وحواس کو سنبھال رکھنا فقط اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مالا مال شخصیات کا ہی شیوہ ہے، ایسے ہی مضبوط اور ایمان والی معدودے چند شخصیات میں سے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی بھی تھے جنہوں نے انتہائی غور وفکر کے بعد جو حق سمجھا فرمادیا اور ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہ سوچا کہ لوگ کیا کہیں گے؟ آپ کے دل ودماغ پر فقط ربِ کریم جل جلالہ کی بارگاہ میں جوابدہی کا احساس غالب رہتا تھا، وہ لوگوں میں جھوٹی نیک نامی کی بجائے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حقیقی سرخروئی کے طالب تھے۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی، اردو اور فارسی نظم ونثر جس موضوع پر قلم اٹھایا لکھنے کا حق ادا کردیا اور آپ نے زیادہ تر اپنے عہد کے زندہ مسائل کو موضوع سخن بنایا آپ نے کبھی کسی موضوع پر جلد بازی میں نہ تو رائے قائم کی اور نہ ہی رائے دی بلکہ اپنی دینی ذمہ داری کو انتہائی سوچ بچار کے بعد احسن طریقے سے نبھایا، آپ کا معروف تشخص ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ کی حیثیت سے ہے، آپ نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو وقت کے امراء کی خواہش کے برعکس فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابۂ کرام، اہل بیت عظام، اولیاء صالحین اور علمائے

دین کی مدح سرائی اور مناقب تک ہی محدود رکھا اور ہمیشہ انہی حضرات کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہے اور کبھی اپنی زبان کو کسی کی مدح سے آلودہ نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ جب ریاست نان پارہ کے نواب نے آپ تک اپنی شان میں نظم لکھنے کی خواہش پہنچائی تو آپ نے ایک لمحہ تردد کے بغیر ایک نعت رقم کی جس کا مقطع ہے:

کروں مدح اہل دول رضا؟ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

آپ کے بارے میں ایک عمومی تاثر یہ ہے کہ آپ ناموس رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے محافظ اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مدح سرا ہیں، جبکہ جناب حافظ محمد سعد اللہ صاحب کی نئی کاوش **''عقیدۂ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات''** نے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی علمی زندگی کا ایک اور زاویہ متعارف کروایا اور یہ ثابت کیا کہ امام اہل محبت ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنا بھی جانتے ہیں اور عظمت الوہیت پر پہرہ دینے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، بعض لوگ قرآن کریم کی بعض آیات کا ترجمہ کرتے وقت عظمت الوہیت کو پیش نظر نہ رکھ سکے، لیکن آنکھوں میں علم لدنی کی چمک اور دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی روشنی لئے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب ترجمۂ قرآن کرنے بیٹھے تو آپ نے وہ خوبصورت تفسیری ترجمہ کیا جو عظمت الوہیت اور شان رسالت کا علمبردار تھا، یہی نہیں آپ نے اپنے فتاویٰ میں جگہ جگہ عقیدۂ توحید کا دفاع کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کی طرف عیوب منسوب کرنے والوں کی انتہائی علمی انداز میں اصلاح فرمائی، اللہ رب العزت آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

پیش نظر کتابچے کے مصنف ہمارے درویش منش دوست حافظ محمد سعد اللہ صاحب ایک باعمل عالم، معروف محقق اور کثیر کتب کے مصنف ہیں، آپ علامہ متین ہاشمی صاحب کے بعد دیال سنگھ لائبریری سے شائع ہونے والے سہ ماہی مجلّہ منہاج کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور اب تک ایک

ریسرچ فیلو کی حیثیت سے اس علمی اور تحقیقی ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں، آپ کی تصنیف ''غریبوں کے والی صلی اللہ علیہ وسلم'' صدارتی ایوارڈ حاصل کر چکی ہے علاوہ ازیں آپ کی دوسری تصنیف ''حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام'' (مظاہر محبت) قومی سیرت ایوارڈ 2008ء حاصل کر چکی ہے ان کے علاوہ ''بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام'' ''صوفیاء اور حسن اخلاق'' ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی'' ''وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے آپ کی تصنیفات علمی حلقوں میں قابل رشک پذیرائی حاصل کر چکی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے علم وعمل اور صحت میں برکتیں عطا فرمائے۔

محترم جناب حافظ محمد سعد اللہ صاحب کا پیش نظر کتابچہ دراصل ایک مقالہ ہے جو آپ نے جامعۃ الحبیب، حبیب آباد۔ پتوکی میں انعقاد پذیر امام احمد رضا سیمینار میں حضرت صاحبزادہ علامہ پیر سائیں سردار عالم صاحب کی فرمائش پر پیش کیا تھا، ان کے علاوہ بین الاقوامی محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد جمیل قلندر صاحب نے بھی ایک تفصیلی مقالہ بعنوان ''امام احمد رضا خان بحیثیت ایک موضوعاتی سائنسدان'' پیش کیا ان شاء اللہ ڈاکٹر صاحب کا مقالہ بھی حجاز پبلی کیشنز کی طرف سے شائع کیا جائے گا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم ہماری اس چھوٹی سی علمی خدمت کو شرف قبولیت عنایت فرمائے ،آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

15، جولائی 2009ء

محمد اسلم شہزاد

ڈائریکٹر حجاز پبلی کیشنز۔لاہور

C/8 دربار مارکیٹ۔لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ و الحمد للّٰہ و الصّلٰوۃ و السلام علی رسول اللّٰہ

عقیدۂ توحید کے تحفظ میں

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

ہمہ جہت علمی کمال کی حامل شخصیت:

اہل علم جانتے ہیں کہ ہماری اسلامی تاریخ اور رجال کی کتابیں ایسے جبال علم اور کاملین فن سے بھری پڑی ہیں جو اپنی محنت، لگن، صبر و استقامت اور خداداد فہم و بصیرت اور ذہانت وفطانت سے کسی ایک آدھ یا دو چار علوم وفنون میں کمال حاصل کر کے درجۂ اجتہاد تک پہنچے اور یوں علمی دنیا میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا کر امت مسلمہ کا نام روشن کیا۔ مگر اسلامی ہی نہیں انسانی تاریخ اور علم وفن کی دنیا میں ایسے لوگ خال خال ہی نظر آتے ہیں جو تمام مروجہ دینی و دنیوی اور نقلی و عقلی علوم و فنون میں محض شُد بُد یا سرسری نظر ہی نہیں بلکہ مہارتِ تامہ، گہری نظر اور اجتہادی بصیرت رکھتے ہوں۔

ایسے ہی عالی مرتبت، باہمت، غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک اور ارشاد نبوی:

”ان العلماء هم ورثة الانبياء۔“[1]

(بے شک علماء ہی انبیاء کرام کے حقیقی وارث ہیں۔)

---

[1] امام بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح (کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل) ۱/۱۶ طبع کلاں کراچی۔

کی شان کے حامل لوگوں میں ایک نام ہمیں فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان (1856ء-1921ء) کا نظر آتا ہے۔ ان کی سوانح اور تصنیفی وتالیفی خدمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کریم کو چونکہ ان کی ذات سے دین اسلام کی خدمت بلکہ تجدید دین کا کام لینا تھا اس لیے بفحوائے حدیث رسول ﷺ:

''کل میسّر لما خُلق لہٗ۔'' (۱)

(ہر آدمی کو جس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہو، اس کی اسے توفیق دے دی جاتی ہے۔)

انہیں بچپن سے ہی غیر معمولی حافظہ و ذہانت سے نوازا گیا۔ کم از کم راقم کیلئے اعلیٰ حضرت کے براہ راست شاگرد عزیز اور فیض و صحبت یافتہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کی یہ صراحت ایک انکشاف اور حد درجہ حیرت کا باعث ہے کہ آپ نے تعلیم کے دوران صرف آٹھ سال کی عمر میں درس نظامی میں داخل علم نحو کی معروف کتاب ''ہدایت النحو'' اور دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی نہایت ادق اور معرکۃ الآراء کتاب ''مسلم الثبوت'' للعلامہ محبّ اللہ بہاری کی بسیط شرح تصنیف فرمائی۔ (۲) جسے مجھ جیسے نام کے فارغ التحصیل علماء سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ مزید برآں فقط تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی ریکارڈ عمر میں تمام مروجہ درسی علوم میں سند فراغت حاصل کر کے باقاعدہ تدریس کا آغاز کر دیا اور اسی وقت سے افتاء جیسے انتہائی نازک اور اہم منصب کی ذمہ داری سنبھال لی۔ (۳)

اتنی کم عمری میں اس قدر علمی استعداد اور اتنی ذہانت و فطانت اُن کے ہم عصر

---

(۱) بخاری: الجامع الصحیح (کتاب التوحید باب قول اللہ ولقد یسرنا القرآن للذکر) ۲/۱۱۲۶ طبع کلاں
(ب) امام مسلم، الجامع الصحیح (کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ) ۲/۳۳۴ طبع نور محمد کراچی۔

(۲) علامہ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت ۱/۸ کشمیر انٹرنیشنل پبلشر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۲۰۰۳ء۔

(۳) ایضاً۔

علماء میں تو کجا دور دور تک نظر نہیں آتی۔ یہ چیز ایک تو اِس آیت کریمہ کا مصداق ہے کہ ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

دوسرے اس پر بشارت نبوی ''من یرد الله به خیر یفقهه فی الدین۔''[1]

''اللہ کریم جس آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقاہت یعنی گہری سمجھ عنایت فرمادیتا ہے۔''

صادق آتی ہے۔ پھر لطف یہ کہ صرف تدریس اور فتویٰ نویسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی وھبی اور غیر معمولی صلاحیتوں کی بدولت دینی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ سائنس، ریاضی، نجوم، فلکیات، ہیئت، توقیت، ہندسہ، جفر، لغت، تاریخ، سلوک اور اخلاق وغیرہ جیسے پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں اتنی مہارت حاصل کی کہ بڑے بڑے ماہرین اور کاملین فن انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ کہ اللہ کریم نے ان کے وقت میں اتنی برکت اور تحریر میں اتنی تیزی عطا فرمائی کہ اکیلے آدمی نے مذکورہ تمام علوم وفنون میں ہزار سے زیادہ انتہائی معیاری تحقیقی اور مستند کتابیں تالیف کردیں۔ اعلیٰ حضرت کے حاصل کردہ ان علوم اور تمام تالیفات کے نام اور تفصیل آج بھی علامہ ظفر الدین بہاری کی ''حیات اعلیٰ حضرت'' ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کی متعلقہ تحریروں اور دیگر تذکروں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جو زیر نظر مقالہ کا موضوع نہیں۔

اتنی کثیر تعداد میں اتنے مختلف النوع اور متضاد قسم کے علوم وفنون عام طور پر کسی ایک آدمی میں جمع نہیں ہوتے۔ تاہم اللہ تعالیٰ خرقِ عادت کے طور پر اور اپنی

---

[1] امام بخاری، الجامع الصحیح (کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین) ۱/۱۶ طبع کلاں کراچی۔

غیر محدود قدرت کے اظہار کیلئے بعض اوقات دنیا بھر کی خوبیاں اور کمالات کسی عبقری اور نابغہ روزگار آدمی میں جمع کر بھی دیتا ہے۔ لگتا ہے کچھ ایسا ہی رحمت کا معاملہ اللہ کریم نے ہمارے ممدوح اعلیٰ حضرت کے ساتھ فرمایا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

لیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

''اللہ جل شانہٗ کی قادرِ مطلق ذات کیلئے یہ بات چنداں دشوار نہیں کہ وہ کسی ایک آدمی میں دنیا بھر کے کمالات جمع فرما دے۔''

زیرِ نظر موضوع کے انتخاب کی وجہ

فاضل بریلوی کی ان کثیر الجہت علمی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر خصوصاً ان کے فقہی مرتبہ و مقام اور فتاوی رضویہ کی شکل میں ان کی عظیم یادگار بلکہ شاہکار فقہی خدمت پر پاک و ہند کے متعدد محققین، قلم کاروں، تجزیہ نگاروں اور عقیدت مندوں نے اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالی ہے مگر موصوف کی گوناں گوں علمی خدمات کے ایک انتہائی اہم پہلو پر بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر توجہ دی گئی ہے۔ یہ اہم پہلو ہے:

''عقیدۂ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خان کی خدمات''

چنانچہ حال ہی میں مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور کے منتظم اور ماہنامہ ''جہان رضا'' کے مدیر جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے انڈیا سے شائع ہونے والے ایک پرچہ ''انٹرنیشنل سہارا'' نئی دہلی کے ''اعلیٰ حضرت نمبر'' کو ''خیابان رضا'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات، افکار و نظریات اور سوانح و اخلاق کے مختلف پہلوؤں پر ستر عدد گراں قدر اور وقیع مقالات شامل ہیں مگر کسی فاضل مقالہ نگار نے درج بالا پہلو کو مس نہیں کیا۔ اسی طرح بمبئی

(انڈیا) سے شائع ہونے والا سہ ماہی ''افکار رضا'' کا خصوصی شمارہ چالیس عدد مقالات پر مشتمل ہے مگر کسی مقالہ میں مندرجہ بالا پہلو کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔علیٰ ہذا القیاس 2003ء میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے ''انوار رضا'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے۔جس میں اعلیٰ حضرت کی علمی شخصیت کے مختلف پہلوؤں مثلاً قرآن فہمی، فقہیات، سیاسیات، معاشیات وغیرہ پر پیر محمد کرم شاہ الازہری اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی جیسے نامور اہل قلم کے 65 مقالات شامل ہیں۔مگر مذکورہ عنوان ناپید ہے، یہی حال دیگر سوانحی تذکروں کا ہے۔البتہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا بریلوی'' کے عنوان سے ایک مختصر سا مقالہ لکھا ہے۔جس کے تمہیدی کلمات میں انہوں نے صراحت فرمائی ہے کہ ''امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس وتمجید کے بارے میں بھی کچھ کم کام نہیں کیا۔اس موضوع پر تفصیل مطالعہ کیا جائے تو مبسوط مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے۔''(۱)

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کی یاد میں منعقدہ جلسوں، کانفرنسوں اور سیمیناروں میں بھی مقررین عام طور پر زیر نظر موضوع پر گفتگو نہیں کرتے۔

الغرض تحریر اور تقریر میں اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کا مذکورہ پہلو اہل علم کے سامنے نہ لائے جانے اور عوام الناس کو اس سے روشناس نہ کرائے جاسکنے کی وجہ محض اتفاق اور عدم توجہی کا نتیجہ نہیں بلکہ انتہائی معذرت اور افسوس کے ساتھ دوسرے خالصتاً اصلاح کے نقطۂ نظر سے عرض ہے کہ اس میں ہمارے مکتبہ فکر کے عمومی ذوق اور مزاج کی تبدیلی کا بھی عمل دخل ہے۔توحید اور تقدیس وعظمت الوہیت کے حوالے سے ہمارے عمومی مذاق میں اس تبدیلی کا رونا ہمارے مایہ ناز فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فکر انگیز مقالہ ''خدا کو یاد کر پیارے''

---

(۱) علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، مقالات رضویہ صفحہ ۱۰۰- المتاز پبلی کیشنز لاہور 1998ء۔

(جواب علیحدہ مطبوعہ شکل میں دستیاب ہے) میں رویا ہے۔ جس میں انہوں نے متعدد چشم دید اور آپ بیتے واقعات (جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں) کا ذکر کرتے ہوئے بڑی دورمندی اور انتہائی دلسوزی سے ائمہ مساجد، وارثین منبر و محراب اور واعظین شعلہ بیان سے خلوص بھرے انداز میں فرمایا ہے کہ محبت رسول کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی عظمت الٰہی کو اس حد تک بھول جائے کہ تعلیمات نبوی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے برعکس دعاء بھی اللہ جل شانہٗ سے مانگنے کی بجائے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی جائے۔ ①

جبکہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا ہر ایسا انداز اور طرزِ عمل جس سے تعلیمات نبوی، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعتِ مصطفوی کی واضح نفی اور خلاف ورزی ہوتی ہو، وہ خود اس ذات بابرکات اور صاحبِ شریعت کو پسند نہیں جس سے اظہار محبت کے لئے اسے اختیار کیا جاتا ہے۔ اظہار محبت کے لئے ایسے خلاف شرع طرز عمل سے ظاہر بین لوگوں کی داد تو سمیٹی جاسکتی ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی خوشنودی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ ②

المختصر درج بالا ضرورت کے پیش نظر اس پر وقار اور علمی تقریب کیلئے ''عقیدۂ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات'' کے عنوان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس ایمان افروز اور قابل تحقیق عنوان کا تعین تو ایک پی ایچ ڈی کے مجوزہ اور تفصیلی خاکہ کے ایک باب کے طور پر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے ترجمان ماہنامہ ''معارف رضا'' (شمارہ ستمبر تا نومبر، ۲۰۰۸) میں محترم پروفیسر دلاور خان صاحب

---

① دیکھیے: علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، خدا کو یاد کر پیارے صفحہ ۲۴ و مابعد مطبوعہ اسٹیٹ پوائنٹ رائیونڈ روڈ لاہور۔ ۲۰۰۶ء۔

② تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: راقم کی تالیف ''جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام'' صفحہ ۴۴ تا ۴۶ حجاز پبلی کیشنز لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

نے کیا ہے۔ البتہ راقم نے آئندہ سطور میں اس پر اعلیٰ حضرت کی تالیفات اور تعلیمات سے کچھ چیزیں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مقالہ کی ترتیب کے دوران راقم نے دیکھا ہے کہ زیر بحث موضوع پر مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات، ملفوظات، رسائل خصوصاً فتاویٰ رضویہ میں بہت کچھ مواد موجود ہے اور واقعی یہ انوکھا عنوان اس لائق ہے کہ کوئی ریسرچ اسکالرز اس پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ کر داد تحقیق دے۔ راقم تھوڑے وقت میں اس مقالے میں موضوع کے حوالے سے جو کچھ جمع کر سکا ہے وہ حقیقتاً اِس موضوع کا عشر عشیر بھی نہیں۔ چنانچہ نعت گوئی کے حوالے سے اعلیٰ حضرت نے جو یہ فرمایا تھا کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

تو یہ دعویٰ زیر بحث موضوع پر بھی صادق آتا ہے۔ جس کا کچھ اندازہ ان شاء اللہ آئندہ سطور سے ہو جائے گا۔

عقیدۂ توحید کا مفہوم:

بہر کیف ''عقیدۂ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خان کی خدمات'' کا جائزہ لینے اور ان کی تفصیل میں جانے سے قبل ضروری ہے کہ ایک نظر عقیدۂ توحید پر ڈال لی جائے کہ اسلام میں اس عقیدہ کا کیا مفہوم اور کیا تقاضے ہیں؟ تو اہل علم جانتے ہیں کہ تمام عقائد اسلام میں یہ وہ اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے جس کی تبلیغ اور دعوت کیلئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے۔ پھر علمی اعتبار سے یہ علم العقائد اور علم الکلام کا وہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے جس میں ہمارے نکتہ سنج اور دور بین متکلمین اس مسئلہ کی باریکی اور گہرائی میں اس حد تک چلے گئے ہیں کہ ان مباحث کا سمجھنا بھی عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ اہل اسلام کے اندر جبریہ قدریہ مرجیہ معتزلہ

جیسے بیسیوں فرقے انہی مباحث کی پیداوار ہیں۔ ظاہر ہے یہ مختصر مقالہ ان ادق اور تفصیلی مباحث کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ تاہم یہاں چونکہ عقیدۂ توحید کا مختصر تعارف کرانا بھی ضروری ہے، اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ کسی دوسرے متکلم کی بجائے کیوں نہ مولانا احمد رضا خان سے ہی پوچھا جائے کہ عقیدۂ توحید کیا ہے؟ لہٰذا ذیل میں ہم ان کے رسالہ ''اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاٰل والاصحاب'' سے عقیدۂ توحید یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں اسلامی عقیدۂ کی وضاحت پیش کرتے ہیں۔ اس وضاحت سے یہ معاندانہ تاثر بھی زائل ہو جائے گا کہ انہوں نے شرک و بدعات کو رواج دیا۔ عقیدۂ توحید کی اِس وضاحت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی موحد ہی نہیں تھا۔

اعلیٰ حضرت کا یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد 29 میں شامل ہے اور راقم کے سامنے اِس وقت یہی ہے۔ اس کے متن میں بین السطور مشکل الفاظ کے معانی اور تشریحی و توضیحی مطالب کا اضافہ جناب مولانا محمد خلیل خان قادری برکاتی المارہری نے کیا ہے اور عام فہم انداز میں بہت عمدہ مطالب لکھے ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ہم اختصار کے مدنظر ان کو چھوڑ کر صرف متن پر اکتفا کر رہے ہیں۔ بہر کیف اعلیٰ حضرت اپنے مذکورہ رسالے میں ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدۂ توحید کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ واحد ہے نہ عدد سے، خالق ہے نہ علت سے، فعّال ہے نہ جوارح سے۔ قریب ہے نہ مسافت سے۔ ملک ہے مگر بے وزیر۔ والی ہے بے مشیر، حیات وکلام وسمع وبصر وارادہ وقدرت وعلم وغیرہا تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف۔ تمام شیون وشین وعیب سے اولاً وآخراً بری۔ ذات پاک اس کی ندوضد، شبیہ ومثل، کیف وکم،

شکل و جسم و جہت و مکان و امد و زمان سے منزہ۔ نہ والد ہے نہ مولود۔ نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی۔ اور جس طرح ذات کریم اس کی، مناسبت ذوات سے مبرا اسی طرح صفاتِ کمالیہ اس کی، مشابہتِ صفات سے معرّا، مسلمان پر لا الٰہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول و مدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الٰہ الا اللہ، نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شیء، نہ اسماء میں کہ ھل تعلم لہ سمیّا نہ احکام میں کہ و لا یشرك فی حکمہ احدا، نہ افعال میں کہ ھل من خالق غیر اللہ، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریك فی الملك۔ اوروں کے علم و قدرت کو اس کے علم و قدرت سے فقط ع ل م ق درت میں مشابہت ہے۔ اس سے آگے اس کی تعالی وتکبر کا سرا پردہ کسی کو بار نہیں دیتا۔ تمام عزتیں اس کے حضور پست۔ اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست۔ کل شیء ھالك اِلّا وجھہ۔ وجود واحد موجود واحد باقی سب اعتبارات ہیں۔ ذرات اکوان کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجھولۃ الکیف ہے جس کے لحاظ سے من وتو کو موجود و کائن کہا جاتا ہے۔ اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پرتو ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ نگاہ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے۔ اگر اس نسبت و پرتو سے قطع نظر کی جائے تو عالم ایک خواب پریشان کا نام رہ جائے۔ ہُو کا میدان عدم بحت کی طرح سنسان۔ موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند سے مل کر مرکب ہوا۔ نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے، نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت اوج وحدت سے حضیض اثنینیت میں اتر آئے۔ ھو و لا موجود الا ھو۔ آیۃ کریمہ سبحانہ و تعالیٰ عمّا یشرکون

جس طرح شرک فی الالوہیت کو رد کرتی ہے یونہی اشتراک فی الوجود کی
نفی فرماتی ہے۔

غیرتش غیر در جہاں نہ گزاشت
لا جرم عین جملہ معنی شد[1]

عقیدۂ توحید کے تحفظ کے لئے فاضل بریلوی کی خدمات

اِس مسلمہ امر کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس پسندیدہ دین کی اپنے آخری رسول اور محبوب ﷺ کے ذریعے تکمیل فرما دی ہے، اُس کی حفاظت کا ذمہ بھی اُس قادر مطلق نے خود اٹھا رکھا ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہر زمانے میں ایسے اسباب اور ایسے مخلص و جاں نثار لوگ پیدا فرمائے ہیں۔ جن سے اُس نے حفاظتِ دین کا کام لیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدو له ینفون عنه تحریف الغالین و تاویل الجاھلین و انتحال المبطلین ۔[2]

(ہر آنے والی نسل کے ثقہ و عادل لوگ (مستند علماء) اس علم دین کو سینوں سے لگائے رکھیں گے جو (ورثائے انبیاء ہونے کی بنا پر) حد سے تجاوز کرنے والوں کی من گھڑت تحریف، جاہلوں کی تاویل اور باطل پرستوں کے غلط انتساب کو اِس (علم دین) سے دور رکھنے کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔)

ہمارے ممدوح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان قادری برکاتی بھی اپنے زمانے کے ایسے ہی علماء میں سے تھے جنہوں نے حفاظتِ دین کا مذکورہ

---

[1] فتاویٰ رضویہ ۲۹/۳۳۹ تا ۳۴۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

[2] ابو عبد اللہ الخطیب، مشکوۃ المصابیح (کتاب العلم۔ آخر فصل ثانی) صفحہ ۳۶ طبع کلاں کراچی۔

فریضہ کمال ہمت اور عالمانہ بصیرت سے سر انجام دیا۔آپ کے زمانے میں جس آدمی نے بھی شانِ الوہیت، عظمت رسالت (جس پر عقیدہ توحید ہی نہیں بلکہ تمام عقائد اسلام اور پورے دین کا دار و مدار ہے) اور شریعت محمدیہ میں کسی بھی رنگ اور کسی بھی روپ میں افراط وتفریط یعنی کمی بیشی کرنے کی کوشش کی تو آپ نے بڑی باریک بینی اور جرأتِ حق گوئی کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے سامنے اس معاملے میں صحیح اسلامی موقف کو واضح کیا اور جہاں جہاں جن جن باتوں کو شرعی نقطۂ نظر سے آپ نے قابل گرفت سمجھا ڈنکے کی چوٹ پر اور بلاخوف لومۃ لائم ان کی نشاندہی کی۔ اس معاملے میں انہوں نے اپنی غیرت ایمانی اور خدا ورسول ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کے باعث کسی بڑے سے بڑے صاحبِ جبہ وقبہ کو نہیں چھوڑا۔ جس کی وجہ سے انہیں آج تک ''شدّت'' کا الزام دیا جاتا ہے۔ مگر اس شدّت کا فائدہ یہ ہوا کہ بعد میں کسی کو اللہ ورسول ﷺ کے بارے غیر محتاط اور ادب کے منافی تحریر لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس شدت کو اگر ''سدّ ذریعۃ'' کے معروف شرعی اصول سے تعبیر کیا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ بہر کیف آپ نے گویا زبان حال سے ہر دشمن دین کو یہ وارننگ دے رکھی تھی کہ

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت رامی شناسم

دل پر ایمان نقش:

زیر بحث موضوع کے حوالے سے آپ نے جو گراں قدر خدمات سر انجام دیں (جن کی قدرے تفصیل آگے آرہی ہے) ان کے لئے اللہ کریم نے دو چیزیں بطور خاص ان میں پیدا فرمادی تھیں۔ ایک تو خود ان کی اپنی صراحت کے مطابق

ایمان ان کے دل میں نقش کر دیا گیا تھا۔ دوسرے اطاعت و محبتِ رسول ﷺ (جیسا کہ ابھی اوپر گزرا) ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔

چنانچہ علامہ ظفر الدین بہاری نے ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ولادت کی تاریخوں کا ذکر تھا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"بحمدِ اللہ تعالیٰ! میری ولادت کی تاریخ اس آیۂ کریمہ میں ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے، اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے۔"

اور اس کا صدر ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ

(مجادلہ ۵۸/۲۲)

"نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول ﷺ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ اُن کے باپ یا اُن کی اولاد یا اُن کے بھائی یا اُن کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔"

اسی کے متصل فرمایا:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ ؕ

بحمد اللہ تعالیٰ! بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے۔ اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوتِ اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ ؕ بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہو گا لا الٰہ الّا اللہ

دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ۔[1]

اعلیٰ حضرت کے دل پر اِس نقشِ ایمانی کا ایک چھوٹا سا مظاہرہ دیکھتے چلیے۔ علامہ ظفر الدین بہاری ہی آپ کے بچپن کے حالات میں سید ایوب علی صاحب کے چشم دید واقعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلیٰ حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانۂ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے، ایک محفوظ کمرے میں فیرنی کے پیالے جمانے کے لئے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھا لو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ لو کھا لو۔ میں نے کواڑ بند کر دیے ہیں، کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی چشمان مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔"[1]

کمال اطاعت و محبت رسول ﷺ

اسی طرح ہمارے ممدوح فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کو رسول اکرم ﷺ کی ذات والا شان سے جتنی گہری وابستگی، جتنا شدید جذباتی لگاؤ، جس درجہ قلبی تعلق اور جس طرح ان کے جسم کا انگ انگ اور رواں رواں اطاعت و محبت

---

[1] علامہ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت ۱/۱۰۳-۱۰۴۔

[2] مرجع سابق/۱۰۹-۱۱۰۔

رسول ﷺ سے سرشار تھا، اتنا والہانہ تعلقِ رسول ﷺ شاید ہی ان کے کسی ہم عصر میں پایا جاتا ہو۔ پھر اہل علم جانتے ہیں کہ محبت کا فطری اور لازمی تقاضا ہے کہ محبّ کو اپنے محبوب میں کوئی نقص و عیب نظر نہیں آتا۔ محبت کا یہ خاصہ یا تقاضا ہر اس محبوب سے متعلق ہے جس میں نقص و عیب کا پایا جانا ممکن ہو تو جو ذات شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت کے الفاظ میں

خلقت مبرءً من کل عیب

کأنك قد خلقت کما تشاء

اور خود اعلیٰ حضرت کے الفاظ میں:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

کی شان کی حامل ہو۔ اس میں کسی عیب و نقص کا تصور کوئی محبّ صادق کیسے کر سکتا ہے اور اس کی شان کے خلاف کوئی بات کیسے سن سکتا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنے زمانے میں محبّ رسول ﷺ ہونے کا حق ادا کیا اور جس کسی نے بھی شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کا ارتکاب کیا آپ نے اس کا بھرپور محاسبہ کیا۔ اور اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ الختصر ناموس رسالت کے تحفظ کے معاملے میں آپ کا طرز عمل اور کیفیت آپ کے اپنے الفاظ میں یہ تھی کہ

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

مذکورہ درجے کی محبتِ رسول ہوتے ہوئے کیسے ممکن تھا کہ جس رسول ﷺ نے عقیدہ توحید کے تحفظ کی خاطر مسلسل تیرہ سال تک کفار مکہ کی جگر پاش باتیں سنیں، ذہنی و جسمانی اذیتیں برداشت کیں، جسم نازنین پر اوجھری جیسی گندگی

ڈلوائی، رستے میں کانٹے بچھوائے، گھر میں کوڑا کرکٹ ڈلوایا۔ طائف میں جسم مبارک لہو لہان کرایا۔ اوباشوں سے پتھر کھائے۔ مکہ مکرمہ جیسا آبائی شہر چھوڑا، میدان احد میں دندان مبارک شہید کرائے، اس کی اتباع میں اعلیٰ حضرت جیسا آپ ﷺ کا اطاعت پیشہ، متبع و محبّ صادق، اپنے زمانے کا بہت بڑا فقیہہ و عالم دین اور قرآن و حدیث پر وسیع نظر رکھنے والا آدمی عقیدۂ توحید کے تحفظ کیلئے کچھ نہ کرتا۔ چنانچہ اسی اطاعت و محبتِ رسول ﷺ کے جذبے سے آپ نے مذکورہ میدان میں گرانقدر اور یادگار علمی و عملی خدمات سرانجام دیں۔ اور ہر زاویے سے عقیدہ توحید کا تحفظ کیا۔ ان تمام خدمات کا احاطہ تو (جیسا کہ پیچھے وضاحت کی گئی) ظاہر ہے اس مقالہ میں ممکن نہیں۔ اس لئے آئندہ سطور میں ہم نے عقیدۂ توحید کے تحفظ کیلئے اعلیٰ حضرت کی خدمت کے چند نمایاں پہلوؤں کی نشاندھی کرنے کی کوشش کی ہے۔

ترجمہ قرآن میں تقدیس و عظمتِ الٰہی کا لحاظ

برصغیر پاک و ہند میں متعدد علماء نے اردو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے۔ ''کنز الایمان'' کے اسم با مسمّی عنوان سے مولانا احمد رضا خان کا بھی ایک ترجمہ ہے۔ ان تمام اردو تراجم کا تقابل کر کے دیکھا جائے تو الفاظ قرآن کے ترجمہ میں تقدیس و عظمت الٰہی کا لحاظ جتنا مولانا احمد رضا خان نے کیا ہے، دوسرے مترجمین اتنا پاس ملحوظ نہیں رکھ سکے۔ اس دعویٰ کی دلیل کیلئے ذیل میں صرف تین آیات کے تراجم کا تقابلی مطالعہ پیش ہے ورنہ اگر دقت نظر سے پورے قرآن مجید کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو اس طرح کی سینکڑوں آیات کی نشاندھی کی جاسکتی ہے۔

(۱) بسم اللہ کا ترجمہ

اکثر مترجمین نے بسم اللہ کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے ''شروع کرتا ہوں یا شروع اللہ کے نام سے'' اور نحوی ترکیب کے اعتبار سے یہ ترجمہ غلط بھی نہیں مگر اس ترجمہ میں مشہور ہدایت نبوی کا کماحقہ پاس نہیں ہوتا جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہر اچھا اور نیک کام اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔ مذکورہ ترجمہ میں اللہ کے پاک نام سے ابتدا کی بجائے ''شروع کرتا ہوں'' کے الفاظ سے ابتدا ہو جاتی ہے۔

اس لئے اعلیٰ حضرت نے بسم اللہ کا جو ترجمہ کیا وہ عظمت الٰہی کا عین مظہر ہے۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ کا ترجمہ یوں کیا: ''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا'' اس ترجمہ کے مطابق جو کام شروع کیا جائے گا وہ ہدایت نبوی کے مطابق براہ راست اللہ کے پاک نام سے شروع ہو گا۔ دوسرے الرحمٰن الرحیم کے ترجمہ میں بھی مرکب توصیفی کی رعایت کرتے ہوئے مرکب تام یا مرکب خبری کی طرح اس میں ''ہے یا ہیں'' کا لفظ نہیں لائے۔

۲ و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الماکرین۔ (سورۂ آل عمران: ۵۴)

اس آیت کریمہ کا ترجمہ دوسرے مکتبہ فکر کے ایک مترجم نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کی اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔''

ظاہر ہے اس ترجمہ میں مکر اور داؤ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بڑی بے ادبی کا حامل ہے۔ اس کے برعکس مولانا احمد رضا خان نے ترجمہ میں عظمت و ادب الٰہی کو ملحوظ رکھا ہے، آپ نے مذکورہ آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''کافروں نے مکر کی اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔''

۳ سخر اللہ منھم۔ (سورۃ التوبہ: ۷۹)

آیت ہذا کا ترجمہ ایک مشہور مترجم نے یوں کیا ہے:

''اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے۔''

جبکہ ایک دوسرے معروف مترجم کا ترجمہ ہے:

''اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اُڑاتا ہے۔''

ظاہر ہے ان مترجمین سے ترجمہ میں عظمت توحید کا پاس نہیں کیا جا سکا۔ حالانکہ خود اردو زبان کے عام مزاج کو بھی مدنظر رکھا جاتا تو شاید ان الفاظ میں ترجمہ نہ ہوتا۔ کیا مذاق اڑانا اور ٹھٹھا کرنا مسلم معاشرے میں کسی مہذب اور شریف آدمی کو زیب دیتا ہے؟ چہ جائیکہ اس کی نسبت اس ذات والا شان کی طرف کی جائے جس کی ذات ہر قسم کے نقائص و عیوب اور غیر مہذب و ناشائستہ باتوں سے پاک ہے۔

مگر مولانا احمد رضا خان نے عظمت توحید کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ کیا:

''اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا۔''

اعلیٰ حضرتؒ کے ترجمہ قرآن مجید میں تقدیس و عظمت الٰہی کے زیادہ پاس کا دعویٰ محض عقیدت یا مسلکی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف دوسرے مکاتب فکر کے انصاف پسند علماء نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان استاذ سعید بن یوسف زئی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کنز الایمان کے بارے میں واضح کرتے ہیں:

''یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت و تقدیس اور عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتبہ فکر کے علماء کے ہوں، ان میں یہ بات نظر نہیں آتی۔

اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزاء سید الاولین و الآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا۔ بلکہ آپ کے عالی مقام کو ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علماء اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔"[1]

اللہ جل شانہ کیلئے جھوٹ کے امکان کا بھرپور رد

اہل علم سے مخفی نہیں کہ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں بلاوجہ اور بلاضرورت یہ بحث بھی چھیڑی گئی تھی کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ اگرچہ بولتا نہیں۔ ظاہر ہے یہ بات عقیدہ توحید اور تقدیس الوہیت کے سراسر منافی تھی۔ چنانچہ اس کے رد میں آپ نے "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" کے عنوان سے ایک مستقل رسالہ ترتیب دیا۔

فتاویٰ رضویہ کے جدید ایڈیشن میں شامل کوئی ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل یہ کلامی تحقیقی مدلل اور لاجواب رسالہ اعلیٰ حضرت نے ایک استفتاء کے جواب میں مرتب فرمایا۔ جس میں ان کے ایک ہم عصر عالم کی کتاب "براہین قاطعہ" کی ایک عبارت کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ موصوف فتاویٰ شامی کی ایک عبارت کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی ذات سے جھوٹ کا امکان ہے تو ایسا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟ اور اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

---

[1] امام احمد رضا اور علم تفسیر صفحہ ۱۰۱ بحوالہ مولانا حنیف خان رضوی مقالہ "اعلیٰ حضرت اور علوم قرآن" مطبوعہ خیابان رضا صفحہ ۱۱۰ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

اِس استفتاء کا جواب دیتے ہوئے مولانا احمد رضا خان نے جس تفصیلی پر زور اور متکلمانہ انداز میں مذکورہ عقیدے کا رد کیا اور جس کمال باریک بینی اور اجتہادی بصیرت سے اس کے بکھیے ادھیڑے اس کا خلاصہ بیان کرنے سے قبل حیرت ہوتی ہے کہ صاحبِ براہین قاطعہ نے کیسے ایک ایسی بُری خصلت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے ممکن بنا دیا جو انسان کے تمام اخلاق رذیلہ اور بری عادات میں سے سب سے زیادہ مذموم اور قبیح عادت ہے۔ جسے دُنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم کے نزدیک، برا سمجھا جاتا ہے، اور ایک مسلمان کے بارے میں تو معلم انسانیت ﷺ نے ایک سوال کے جواب میں یہاں تک فرمایا کہ مسلمان بزدل ہوسکتا ہے بخیل ہوسکتا ہے مگر جھوٹا نہیں ہوسکتا۔[1] تو اللہ کی واجب الوجود ذات جو تمام صفاتِ کمال کی جامع ہے۔[2] سے جھوٹ کا امکان کس طرح ہوسکتا ہے۔

غالباً اسی لئے مذکورہ استفتاء کے جواب میں مولانا احمد رضا خان نے جو تحقیقی رسالہ ترتیب دیا تو اس کا نام رکھا "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" (جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ کی ذات ستودہ صفات پاک ہے)

یہ رسالہ شروع میں ایک توضیحی مقدمہ چار تنزیہوں اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مقدمہ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تمام صفات، صفاتِ کمال اور بر وجہ کمال ہیں جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی اس کیلئے امکان نہیں رکھتا۔ پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق، سمع و بصر اور قدرت کے دائرہ کار کی وضاحت کرتے

---

[1] امام مالک، مؤطا (کتاب الجامع باب ماجاء فی الصدق والکذب)

[2] صاحب تفسیر مظہری نے لفظ "اللہ" کا معنیٰ ہی یہ کیا کہ "علم لذات واجب الوجود المستجمع للکمالات المنزہ عن الرذائل" (تفسیر مظہری تحت تفسیر بسم اللہ)

ہوئے قائلین امکانِ کذب کے مغالطہ یا غلط فہمی کہ ''کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر کا انکار ہوا۔'' شاندار جواب دیا ہے، فرماتے ہیں:

''ایہا المسلمون! قدرت الٰہی صفتِ کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفتِ نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانیے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے۔ وجہ سنیے جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے۔ للہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہیے اتنا ہی عجز و قصور سمجھیے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی۔ یونہی منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم۔ اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا۔ تعمیمِ قدرت کی بدولت الوہیت ہی سے ایمان گیا۔''

تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔

''ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔''[1]

اس کے بعد تنزیہہ اول میں کذب الٰہی کے بالاجمال محال ہونے پر متقدمین مسلمہ علماء عقائد اور متکلمین کے تیس عدد نصوص یا اقوال پیش کیے گئے ہیں۔

تنزیہ دوم میں بھی باری تعالیٰ سے جھوٹ کے امکان کے محال ہونے پر تیس دلائل دیے گئے ہیں، جن میں سے پانچ دلائل تو عقائد واصول کی امہات الکتب سے مشہور علماء کے ہیں جبکہ امکان کذب کے محال ہونے پر باقی ۲۵ عدد دلائل اعلیٰ

---

[1] فتاویٰ رضویہ ۳۲۲/۱۵ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۴۲۰/۱۹۹۱ء۔

حضرت نے اپنی اجتہادی اور کلامی بصیرت سے دیے ہیں۔ ان دلائل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو استنباط و استخراج مسائل کا کتنا ملکہ اور کتنی مومنانہ فراست عنایت فرما رکھی تھی۔

تنزیہ سوم میں کذب باری تعالیٰ کے حوالے سے ہندوستانی وہابیہ کے امام کے دو ہذیانات کا ذکر کرنے کے بعد کوئی ۴۵ صفحات پر مشتمل ان پر بڑے مدلل اور زور دار انداز میں ۴۰ عدد تازیانے برسائے گئے ہیں۔ اور ہر تازیانہ اتنی ایمانی غیرت اتنی جراءت اور زوردار بلکہ اتنے سخت الفاظ میں برسایا گیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے بارگاہ الٰہی میں یہ گستاخی آپ سے برداشت نہیں ہو پا رہی۔

تنزیہ چہارم ''علاج جہالات جدیدہ'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں واضح کیا گیا ہے کہ صاحبِ براہین قاطعہ کا امکان کذب الٰہی کو خلف وعید کی فرع جاننا اور اس میں اختلاف ائمہ کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا سراسر افتراء ہے۔ بے شک خلف وعید میں بعض علماء جانب جواز گئے جبکہ محققین نے انکار کیا مگر حاشا و کلا اس سے نہ امکان کذب ثابت ہوتا ہے نہ یہ علماء مجوزین کا مسلک ہے۔ پھر اس دعویٰ پر اعلیٰ حضرت نے کوئی ۲۵-۲۶ صفحات پر مشتمل دس عدد قاہرہ حجتیں قائم کی ہیں اور اگر ضمنی دلائل بھی شمار کیے جائیں تو اکیس دلائل قاہرہ بن جاتے ہیں۔

اس رسالے کا خاتمہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل کے حکم میں ہے اور یہ بھی اعلیٰ حضرتؒ نے حسب معمول بڑی تفصیل اور وضاحت سے لکھا ہے جو ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں کفر لزومی اور التزامی کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اگر کذب باری تعالیٰ کو ممکن مانا جائے تو اس سے مزید کتنی کفریہ باتیں لازم آتی ہیں۔ اس کے باوجود قارئینِ امکان کذب پر کفر کے فتویٰ میں احتیاط برتتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حاشَ للہ حاشَ للہ ہزار بار حاشَ للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔

ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلا کوئی ضعیف سے ضعیف محمل بھی نہ رہے۔“ [1]

تعظیمی سجدہ کی حُرمت کا فتویٰ:

اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ایک ”نیم ملا۔ خطرہ ایمان“ نے بعض آیات و احادیث سے غلط استدلال کرتے ہوئے بعض لوگوں کے سامنے کہا کہ شریعت میں تعظیمی سجدہ جائز ہے۔ اس کی صحت کے بارے میں جب آپ سے مسئلہ پوچھا گیا تو اس کے رد میں آپ نے ”الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ“ کے نام سے ایک محققانہ رسالہ مرتب فرمایا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ رسالہ تعظیمی سجدہ کی حرمت کے بارے ایک تفصیلی تحقیقی اور مدلل فتوی پر مشتمل ہے جو فتاویٰ رضویہ کے جدید ایڈیشن میں کوئی 150 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس کا پس منظر ایک طویل استفتاء ہے جس میں پوچھا گیا ہے کہ ایک آدمی بعض آیات قرآنی اور بعض احادیث کا سہارا لیتے ہوئے تعظیمی سجدہ کو جائز قرار دیتا ہے جبکہ دوسرا آدمی اسے حرام وممنوع کہتا ہے۔ ان دونوں اقوال میں سے حق اور صحیح قول کس کا ہے؟

اس استفتاء کے جواب میں پہلے تو آپ نے مختصر الفاظ میں تعظیمی سجدہ کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر استفتاء میں جن آیات واحادیث سے استدلال کرتے

[1] فتاویٰ رضویہ ۱۵/۴۳۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

ہوئے تعظیمی سجدہ کے جواز کا قول بیان کیا گیا ہے، ان کا صحیح مفہوم متعین کرتے ہوئے عبارات میں پائی جانے والی علمی خیانتوں کو واضح کیا ہے۔ پھر اس جواب کو چھ فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ استفتاء کے مختصر فتویٰ میں فرماتے ہیں:

''سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کیلئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماءِ دین۔ ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عندالتحقیق وہ کفر صوری پر محمول...... ہاں مثل صنم و صلیب وشمس وقمر کیلئے سجدے پر مطلقاً اکفار...... ان کے سوا مثل پیر و مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز نہ مباح، جیسا کہ زید کا ادعائے باطل، نہ شرک حقیقی نامغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم باطل بلکہ حرام ہے اور کبیرہ وفحشاء۔''[1]

زیر بحث استفتاء کے جواب میں آپ نے جو چھ تفصیلی فصلیں ترتیب دی ہیں ان کا خلاصہ یوں ہے کہ پہلی فصل میں قرآن کریم سے تعظیمی سجدہ کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے۔ اور جواز کے قائل کا رد کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں تعظیمی سجدہ کی حرمت پر ''چہل احادیث'' کی خصوصی فضیلت و برکت کی مناسبت سے چالیس احادیث نبوی پیش کی گئی ہیں۔ اور جو ضعیف حدیث سوال میں جواز کیلئے پیش کی گئی ہے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

تیسری فصل میں ایک آدھ نہیں بلکہ پوری ڈیڑھ سو فقہی نصوص اور ائمہ کے اقوال تعظیمی سجدہ کی حرمت کیلئے پیش کیے ہیں۔

چوتھی فصل میں تعظیمی سجدہ کے قائل نے جن آیات واحادیث سے استدلال کیا ہے، ان کا جواب اور صحیح محمل متعین کیا گیا ہے۔

---

(1) فتاویٰ رضویہ ۲۲/۴۲۹-۴۳۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور

پانچویں فصل میں جواز کے قائل نے اپنی تحریر میں جس افتراء، اختراع، کذب، خیانت، جہالت اور سفاہت کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ چھٹی فصل۔ قرآن مجید میں حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کو کیے گئے تعظیمی سجدہ کی بحث اور اس سجدہ سے مجوّز کے استدلال کا رد کیا گیا ہے۔ (۱)

ایک اور آدمی نے تعظیمی سجدہ کے بارے میں آپ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں مریدوں کو منع کرتا ہوں نہ حکم دیتا ہوں، اس کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں فرمایا: ''یہ شخص بہت خطا پر ہے۔ اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (۲)

علم الٰہی اور علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں برابری کی تردید

اعلیٰ حضرت کے بعض مخالفین مسلکی تعصب یا غلط فہمی کی بنیاد پر آپ کے خلاف عوام اور علمی حلقوں میں یہ تاثر دیتے رہتے تھے کہ آپ علم الٰہی اور علم رسول میں برابری کے قائل ہیں۔ (۳)

ظاہر ہے یہ تاثر یا پروپیگنڈا عقیدہ توحید کے بالکل خلاف تھا۔ اور عقیدہ توحید کے تحفظ کیلئے اِس تاثر کا زائل کیا جانا اور غلط پروپیگنڈا کی قلعی کھولا جانا ضروری تھا، اس لئے آپ نے اپنے معروف فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' کے علاوہ ملفوظات اور کئی

---

(۱) فتاویٰ رضویہ۔ ۲۲/۴۳۱-۴۳۲ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(۲) ایضاً ۲۲/۵۴۳۔

(۳) دیکھیے: فتاویٰ رضویہ جدید (رسالہ خالص الاعتقاد) ۲۹/۴۳۴-۴۳۵۔

تصانیف و رسائل میں بعض جگہ اختصار سے اور بعض جگہ تفصیل سے بڑے مدلل انداز میں اس پروپیگنڈا کو غلط ثابت کرتے ہوئے علم الٰہی اور علم رسول ﷺ میں کسی بھی طرح برابری حتیٰ کہ ادنیٰ نسبت تک کی بھی تردید کی ہے۔

اس سلسلے میں تفصیلی عالمانہ اور متکلمانہ بحث تو آپ نے مشہور رسالہ ''الدولة المکیة بالمادة الغیبیة'' میں فرمائی ہے۔ جس کی مباحث اور مندرجات کی تائید مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام اور دمشق کے ۳۴ نامور علماء فضلاء نے بھی فرمائی اور رسالہ اعلیٰ حضرت کی عالمانہ اور مجددانہ حیثیت کا اعتراف کیا۔ اِس رسالے کے متعلق یہ جان کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مکہ مکرمہ میں کسی کتب خانہ اور کتابوں کی مدد کے بغیر محض اپنے خداداد حافظہ اور استحضار کی مدد سے کل ساڑھے آٹھ گھنٹے میں اسے املاء کرایا۔ جس میں بیسیوں آیات، احادیث اور ائمہ دین کے اقوال سے اللہ و رسول ﷺ سے متعلق علم غیب کے بارے میں اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔

رسالہ ہذا دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں آپ نے چھ نظریں (فصلیں) قائم کی ہیں۔ جن میں زیر بحث موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

دوسرے حصے میں علم نبوی کے حوالے سے پانچ سوالات یا اشکالات کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں۔ رسالے کے مطالعے کے بعد قاری کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت پر علم الٰہی اور علم رسول ﷺ میں برابری کرنے کا الزام قطعاً بے بنیاد ہے۔

رسالہ ہذا کی بحث کا خلاصہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کے الفاظ میں کچھ یوں ہے:

1. علم ذاتی محیط، اللہ کیلئے ہے۔ علم عطائی غیر محیط، مخلوق کیلئے۔
2. علم مخلوقات متناہی، علم الٰہی غیر متناہی۔ دونوں میں نسبت ناممکن کجا مساوات

کا دعویٰ۔

۳. علم ذاتی واجب للذات اور علم عطائی ممکن۔

۴. وہ ازلی، یہ حادث —— وہ غیر مخلوق، یہ مخلوق —— وہ زیرِ قدرت نہیں۔ یہ زیرِ قدرتِ الٰہی —— وہ واجب البقاء، یہ جائز الفناء —— اس کا تغیر محال، اس کا ممکن۔

۵. علمِ کُل اللہ کو سزاوار ہے اور علمِ بعض رسول اللہ ﷺ کو —— مگر بعض بعض میں فرق ہے —— پانی کی بوند بھی، بعض ہے اور سمندر کے مقابلے میں دریا، بھی بعض ہے —— تو بعض بعض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

۶. مخالفین کا بعض، بغض و توہین کا ہے اور ہمارا بعض عزت و تمکین کا جس کی قدر خدا ہی جانے اور جن کو عطا ہوا۔

۷. جس طرح علمِ ذاتی پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح علمِ عطائی پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قرآنِ کریم نے دونوں علوم کی خبر دی ہے —— پورے قرآن پر ایمان لانے والا دونوں علوم میں سے کسی علم کا منکر نہیں ہو سکتا جو منکر ہے وہ پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اور جو پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اس کا حکم معلوم۔

۸. کسی عالم کے علم کی اس لئے نفی کرنا کہ وہ استادوں کے پڑھائے سے پڑھا ہے، کسی صاحبِ عقل سے متوقع نہیں —— صاحبِ عقل اس کے علم کا اعتراف کرے گا اور کبھی یہ کہہ کر اس کے علم کو ہلکا نہ کرے گا کہ اس کے علم میں کیا خوبی ہے، یہ تو پڑھائے سے پڑھا ہے اور سب اسی طرح پڑھتے ہیں۔[1]

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، افتتاحیہ الدولۃ المکیہ (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۵-۲۶ بزم میلاد النبی پرانی انارکلی لاہور ۱۹۸۸ء

علم الٰہی اور علم رسول میں برابری کے الزام کے تردید میں آپ کا ایک اور رسالہ بھی بڑی زبردست چیز اور قابل دید ہے۔ ''خالص الاعتقاد'' نامی رسالے جو فتاوٰی رضویہ جدید جلد ۲۹ ویں کے پچاس صفحات پر پھیلا ہوا ہے، میں آپ نے پانچ امور کے اندر اس الزام کا تفصیلی جوابدیا ہے اس کے امر چہارم میں ''علم غیب سے متعلق اجماعی مسائل'' کے عنوان کے تحت آپ نے علم غیب کے حوالے سے علم الٰہی اور علم مخلوق میں جو فرق کیا ہے اس کے بعد اعتراض کی گنجائش تو نہیں رہتی مگر ضد عناد اور مخالفت برائے مخالفت کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔ بہر کیف فرماتے ہیں:

١. بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر ہے۔

٢. بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا مساوی تو در کنار تمام اولین وآخرین وانبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصہ کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش، شرق وغرب وجملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں شرق وغرب دو حدیں ہیں روز اول اور روز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہے سب متناہی ہے۔ بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ تو ہم مساوات۔

٣. یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دینے سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و

السلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے۔ یہ بھی ضروریات دین سے ہے، اس کا منکر کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

◆ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضلِ جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہان سے اتم و اعظم ہے اللہ تعالیٰ کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔"[1]

اللہ تعالیٰ کیلئے جسم و مکان کے قائلین کا رد

اہل سنت و جماعت کے بنیادی اور مسلمہ عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ اللہ جل شانہ ہر قسم کے جسمانی و مکانی عوارض سے پاک ہے۔ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں بعض آریہ ذہن کے لوگوں نے قرآن مجید کی آیات متشابہات مثلاً الرحمن علی العرش استوی۔[2] اور ثم استوی علی العرش۔[3] کو ظاہری اور شان الوہیت کے خلاف معنیٰ پر محمول کرتے ہوئے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاکیزہ ذات کو جسم و مکان سے متصف سمجھنے کا دعویٰ کیا اور باری تعالیٰ سے متعلق ایسے عقیدے کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں

"قوارع القہّار علی المجسمۃ الفجار"

(جسمیت باری تعالیٰ کے قائل فاجروں پر قہر فرمانے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے سخت مصیبتیں۔)

کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرمایا۔ جس میں آپ نے آیات متشابہات پر متکلمانہ بحث کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ مذکورہ آیات متشابہات کو اگر ظاہری معنیٰ پر محمول کیا

[1] فتاویٰ رضویہ جدید (رسالہ خالص الاعتقاد) ۲۹/ ۴۵-۴۵۱۔

[2] سورۃ طٰہٰ ۲۰:۵۔

[3] سورۃ الاعراف ۷:۵۴۔ سورہ یونس ۱۰:۳۔

جائے تو اس سے اللہ کیلئے مخلوق سے مشابہت ثابت ہو گی کہ اٹھنا بیٹھنا چڑھنا اترنا سرکنا ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر قسم کی مشابہت سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں، ہرگز مراد نہیں۔ اس لئے جمہور ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ استواء اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مگر اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اس کے معنیٰ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ان کی اصل مراد اللہ پر چھوڑ دیں۔ اللہ نے ہمیں آیات متشابہات میں زیادہ غور وخوض سے منع فرمایا ہے۔ بس یہ کہا جائے کہ

"امنّا به کل من عند ربّنا"

(جو کچھ ہمارے مولیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لے آئے۔ محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔")[1]

اور اگر کوئی سر پھرا بضد ہو کہ ان آیات کا معنیٰ متعین کیا جانا چاہئے تو اس کیلئے لازم ہے کہ ایسا معنی متعین کرے جو آیات محکمات کے موافق ہو۔

اس کے بعد علماء نے "استویٰ" کی جو اللہ کے شایان شان تاویل فرمائی ہیں، اعلیٰ حضرت نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے متعدد مفسرین کے اقوال قلمبند کیے ہیں۔

بعد ازیں وضاحت کیلئے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک تحریر بھیجی گئی جس میں بعض آیات واحادیث کی رو سے اللہ کے لئے مکان ثابت کیا گیا تھا اور اس میں کہا گیا تھا کہ "بعض اشخاص بریلی نے جو علم منقول وعقائد اہل حق سے بے بہرہ ہیں، اس عقیدہ صحیحہ کے معتقد کو بزور گمراہی گمراہ بنایا و ما لهم به من علم۔ ایسے شخص سے اہل اسلام کو بچنا چاہئے۔"

اس تحریر کے رد میں اعلیٰ حضرت نے "ضرب قہاری" کے عنوان سے اس کا

---

[1] سورۃ آل عمران۔۳/ ۷۔

تفصیلی جواب لکھا۔ اس جواب میں پہلے مذکورہ تحریر کے اندر جو جہالتیں ضلالتیں تناقض اور اللہ و رسول ﷺ پر افتراء پایا جاتا تھا۔ ان کی نشاندہی کی اور بتایا کہ یہ چھ عدد جہالتیں ہیں۔ پھر ترتیب وار ہر جہالت و تناقض پر چھ زور دار اور علمی تپانچے مارے ہیں، یہ چھ عدد علمی تپانچے فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد ۲۹ میں کوئی پچاس صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

تقدیر و مشیّت الٰہی کے بارے غلط فہمی کی اصلاح

ایک آدمی نے اعلیٰ حضرت سے استفسار کیا کہ قرآن مجید کی رُو سے تمام امور خصوصاً ہدایت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور مشیت کا معنی ارادۂ پروردگار عالم ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی پیدائش سے قبل ہی اس کو کافر رکھنے کا ارادہ کرے تو وہ اب مسلمان کیونکر ہو سکتا ہے؟ ''یھدی من یشاء'' کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وہ ہوگا پس انسان مجبور ہے اس سے باز پرس کیونکر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟

عقیدۂ توحید کے حوالے سے اس غلط فہمی کے ازالے کیلئے اعلیٰ حضرت نے ''ثلج الصدر لایمان القدر'' (تقدیر پر ایمان کے سبب سینے کی ٹھنڈک) کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرمایا۔ جس میں بڑی تفصیل سے اور عام فہم انداز میں وضاحت فرمائی کہ بندہ پتھر کی طرح مجبور اور بے شعور محض نہیں بلکہ اللہ نے اسے اختیار، ارادہ اور عقل و شعور کے علاوہ انبیاء اور کتب سماوی کے ذریعے سے خیر و شر کا فرق بتا دیا ہے۔ اس پیچیدہ مسئلہ کی تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''غرض فعل انسان کے ارادے سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا اور یہ برائی کا ارادہ کرے اور اپنے جواح کو اس طرف پھیر دے تو اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو پیدا فرما دے گا...... انسان میں یہ قصد وارادہ و اختیار ہونا ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنوں...... بس یہی ارادہ یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے۔ یہی مدار امر و نہی و جزا و سزا و عتاب و پرسش و حساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ و اختیار بھی اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔"(۱)

پھر اس مسئلے کو متعدد آیات قرآنی آثار صحابہ اور کئی مثالوں سے ذہن نشین کرایا ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہو سکتی۔

اس تقدیر کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے ایک اور مسئلہ پوچھا گیا کہ خالد یہ عقیدہٗ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے اور تدبیرات کو کار دنیوی و اخروی میں امر مستحسن اور بہتر جانتا ہے جبکہ ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں بالکل واہیات ہے۔

اس کے جواب میں آپ نے "التحبیر بباب التدبیر" (تدبیر کے بارے آرائش کلام) کے عنوان سے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ جس میں فرمایا کہ "بے شک خالد سچا اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہل حق کا عقیدہ ہے۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔" پھر استدلال میں چند آیات پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ رب جل مجدہ

(۱) فتاویٰ رضویہ (جدید) ۲۲/۲۹۱

نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہوا۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یونہی تدبیر کو محض عبث و مطرود و فضول و مردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنوں کا کام ہے جس کی رو سے صدہا آیات و احادیث سے اعراض اور انبیاء و صحابہ و ائمہ و اولیاء سب پر اعتراض و طعن لازم آتا ہے۔"

بعدازیں اس فتویٰ پر دلیل کیلئے پہلے چند آیات، اسوۂ انبیاء کرام اور پھر پوری چالیس احادیث لائے ہیں۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ (جدید) کی ۲۹ ویں جلد میں شامل ہے۔

قبر پرستی کی ممانعت

اعلیٰ حضرت پر مخالفین کی طرف سے ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے "قبر پرستی" کی حوصلہ افزائی کی۔ حتیٰ کہ جاہل لوگوں کی بزرگان دین کے مزارات پر غلط اور خلاف شرع حرکات کی بنا پر آج تک بریلوی مکتبہ فکر کو "قبر پرست" کہا جاتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ کسی قبر کو سجدہ تو کجا آپ نے تو والدین کی قبر تک کو بوسہ مکروہ بتایا ہے، چنانچہ جب آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ "بوسہ قبر کا کیا حکم ہے؟" تو اس کے جواب میں فرمایا:

1. بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے:

"کفایۃ الشعبی میں قبرِ والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ بزرگ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں بعض آثار میں اس کے وارد ہونے کا اشارہ کیا اور

اس پر کوئی جرح نہ کی۔(ت)"

مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں، تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے:

مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را

"قبر کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ ہی بوسہ دے۔"

کشف الغطاء میں ہے:

کذا فی عامۃ الکتب (ایسا ہی عامۂ کُتب میں ہے۔ت)

مدارج النبوۃ میں ہے:

در بوسہ دادن قبر والدین روایت بیہقی می کنند و صحیح آنست کہ لا یجوز است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک روایت بیہقی ذکر کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔"[1]

اسی طرح جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟ تو جواب دیا:

۲ بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے:

و یمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذلک۔

"گردِ قبر تین بار طواف کرسکتا ہے۔(ت)"

مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں:

الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء۔

طواف کعبہ کی خصوصیات سے ہے تو انبیاء و اولیاء کی قبروں کے گرد حرام

---

[1] دیکھیے فتاویٰ رضویہ ۹/۵۲۶-۵۲۷۔

ہوگا۔(ت)

مگر اسے مطلقاً شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل و غلط اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے۔ [1]

آپ کو احساس تھا کہ ممکن ہے کوئی آدمی جب روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہو تو والہانہ محبت و عقیدت میں اور کم علمی کے باعث خلافِ شرع اور مشرکانہ حرکت کر بیٹھے۔ اس لئے متنبہ فرمایا:

''خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے۔ بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے روضہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجے قرب کے ساتھ ہے، والحمد للہ۔ [2]

اسی طرح مدینہ منورہ اور روضۂ رسول ﷺ کی حاضری کے آداب میں فرمایا:

''روضۃ انور کا طواف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔'' [3]

بارش کے نزول میں ستاروں کی تاثیر کا انکار

اہل عرب کا گمان تھا کہ بارش کا نزول یا امساک ستاروں کے طلوع یا غروب کی وجہ سے ہوتا ہے، ستارے ہی اس معاملے میں مؤثر حقیقی ہیں، رسول اکرم ﷺ

---

[1] فتاویٰ رضویہ ۹/۵۲۷۔

[2] احمد رضا خان، انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ صفحہ ۶۶ لاہور بحوالہ پروفیسر مسعود احمد، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ صفحہ ۶۰ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۷۳ء۔

[3] فتاویٰ رضویہ (جدید) ۱۰/۷۶۹۔

نے جہاں اس طرح کے اور توہمات کا رد فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا کہ

و لانوء۔ (۱)

"ستارے کا بارش برسانے میں کوئی عمل دخل نہیں۔"

فاضل بریلوی کے زمانے میں بھی ایک نجومی کا اسی قسم کا ذہن تھا کہ بارش کا نزول یا عدم نزول ستاروں کا مرہونِ منت ہے۔ اس قسم کی ذہنیت اور ستاروں کی گردش کو بارش کے نزول یا عدم میں مؤثر حقیقی سمجھنا عقیدۂ توحید کے خلاف تھا۔ اس لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس خیال کو رد فرمایا کہ بارش ستاروں کی گردش کی مرہون منت ہے۔ ایسا خیال عقیدۂ توحید کے منافی تھا۔ اس لئے آپ نے ایک موقعہ پر واضح فرمایا کہ بارش صرف اور صرف اللہ کے حکم، منشا اور قدرت پر موقوف ہے۔ اس میں ستاروں کی گردش کا کوئی عمل دخل نہیں۔ چنانچہ جناب نفیس احمد مصباحی نے علامہ ظفر الدین بہاری اور علامہ محمد احمد مصباحی کے حوالے سے لکھا ہے:

مولانا محمد حسین بریلوی (موجد طلسمی پریس بریلی) کے والد علم نجوم میں بڑے ماہر تھے۔ ستاروں کی شناخت اور ان کی چال سے نتائج نکالنے میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ عمر میں اعلیٰ حضرت سے بڑے اور ان کے والد ماجد مولانا نقی علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں میں سے تھے۔

یہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے دریافت کیا: فرمائیے بارش کا کیا انداز ہے؟ کب تک ہوگی؟ انہوں نے ستاروں کی وضع کا زائچہ بنایا اور فرمایا: اس مہینے میں پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں بارش ہوگی۔ یہ کہہ کر زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج ہی بارش ہو، انہوں نے کہا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے، کیا ستاروں

(۱) امام مسلم: الجامع الصحیح (کتاب السلام باب لا عدوی ولا طیرۃ الخ) ۲۳۱/۲ طبع نور محمد کراچی۔

کی وضع نہیں دیکھتے؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: محترم! "میں سب دیکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ان ستاروں کے بنانے والے اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔"

پھر اس مشکل مسئلہ کو بڑے آسان طریقے سے سمجھایا۔ سامنے گھڑی لگی ہوئی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا: وقت کیا ہے؟ بولے سوا گیارہ بجے ہیں، فرمایا: بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ بولے پون گھنٹہ، فرمایا اس سے پہلے؟ کہا، ہرگز نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ، اعلیٰ حضرت اٹھے اور بڑی سوئی گھما دی۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ حضرت نے فرمایا: آپ نے کہا تھا، ٹھیک پون گھنٹہ بارہ بجنے میں باقی ہے۔ وہ بولے: اس کی سوئی کھسکا دی ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹہ بعد ہی بارہ بجتے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اسی طرح اللہ رب العزت قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ ایک ہفتہ، ایک دن کیا ابھی بارش ہونے لگے۔" اعلیٰ حضرت کی زبان مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹائیں چھانے لگیں اور فوراً پانی برسنے لگا۔ [1]

عقیدۂ توحید کے خلاف فلاسفہ کا رد

بنو عباس کے عہد حکومت میں یونانی فلسفہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل ہوا تو اس کے بہت سے ملحدانہ عقائد و نظریات اسلامی افکار و نظریات سے خلط ملط ہو گئے۔ فلسفیانہ پیچ پیچ اور مغالطہ دہیوں کو سمجھنا بھی ہر آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ اس زمانے میں فلاسفہ کے رد کیلئے اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام امام غزالی اور امام فخر الدین رازی جیسے فلاسفر پیدا فرمائے۔ جنہوں نے فلاسفہ کی خرافات کا انہی کی زبان میں جواب دیا، انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے ربع اول میں اللہ تعالیٰ

---

[1] خیابان رضا (مقالہ: امام احمد رضا کا قدرت الٰہی اور احادیث نبوی پر ایمان و یقین) صفحہ ۱۲۳ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

نے مولانا احمد رضا خان کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا۔ انہوں نے ''الکلمۃ الملھمۃ'' لکھ کر عقیدۂ توحید کے سلسلے میں فلاسفہ کی مغالطہ دہیوں کا انہی کے مسلمہ دلائل سے جواب دیا۔

مقام اول میں فرماتے ہیں:

''اللہ عزوجل فاعل مختار ہے، اس کا فعل نہ کسی مرجح کا دست نگر نہ کسی استعداد کا پابند، یہ مقدمہ نظر ایمانی میں تو آپ ہی ضروری و بدیہی یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُo --- فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُo --- لَهُ الْخِیَرَةُo --- یونہی عقل انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرجح کے آپ ہی تخصیص کر لیتا ہے، دو جام یکساں ایک صورت، ایک نظافت کے، دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہو، اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں، یہ پینا چاہے، ان میں سے جسے چاہے اٹھا لے گا -- پھر اس فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کے ارادہ کا کیا کہنا؟ [1]

اس گفتگو کا ہدف فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل کی نسبت سب چیزوں کی طرف برابر ہے، لہٰذا دو برابر چیزوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف سے ترجیح نہیں دے سکتا، ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو محال ہے۔ اس باطل نظریئے پر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے معقول اور مدلل انداز میں بھرپور تنقید کی ہے جو اہل علم کے پڑھنے کے لائق ہے۔

دوسرے مقام میں فلاسفہ کے اس نظریئے پر بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف عقلِ اول کو پیدا کیا، باقی تمام جہان عقول کا پیدا کردہ ہے، امام احمد رضا بریلوی نے اسلامی عقیدہ یوں بیان کیا ہے:

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: الکلمۃ الملھمۃ (طبع ملتان) صفحہ ۸ بحوالہ علامہ شرف قادری، مقالات رضویہ صفحہ ۱۰۳۔

”عالَم میں کوئی نہ فاعل موجب نہ فاعلِ مختار--- فاعلِ مطلق و فاعل مختار ایک اللہ واحد قہار--- یہ مسئلہ بھی نگاہِ ایمان میں بدیہیات سے ہے اور عقل سلیم خود حاکم کہ ممکن، آپ اپنے وجود میں محتاج ہے دوسرے پر کیا افاضۂ وجود کرے، دو حرف اس پر بھی لکھ دیں کہ راہ ایمان سے یہ کانٹا بھی باذنہٖ عزوجل صاف ہو جائے۔“ [1]

ہر بات میں عقیدۂ توحید کا تحفظ

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ملفوظات اور تحریرات میں یہ چیز بھی نظر آتی ہے کہ آپ نے ہر ایک بات میں عقیدۂ توحید کا پاس کیا ہے، جہاں کوئی ایسا کلمہ، کوئی بات، کوئی لفظ سامنے آیا جس سے عقیدۂ توحید پر زد پڑتی ہو یا جس سے تقدیس و عظمت و ادب الٰہی میں فرق آتا ہو، اس کی نشاندہی اور اصلاح فرماتے ہیں، ذیل میں بطور مثال چند فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔ احاطہ بہت مشکل ہے:

اللہ تعالیٰ کے لئے مؤنث کے صیغہ سے منع فرمایا:

ملفوظات میں ہے کہ ایک روز مولوی امجد علی صاحب بعد عصر بہار شریعت حصہ سوم بغرض اصلاح سنا رہے تھے۔ اس میں ایک مسئلہ اس بارہ میں تھا کہ رب العزۃ جل جلالہ کی طرف مؤنث کا صیغہ زبان سے نماز میں نکل جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

ارشاد فرمایا: صیغہ ہو یا ضمیر۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ دفعتاً سوتے سوتے اٹھ بیٹھے اور بہت روئے۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا: میں نے دیکھا رب العزۃ کو کہ فرماتا ہے تو اشعار لیلیٰ و سلمہ کو مجھ پر محمول کرتا ہے۔ اگر میں نہ جانتا کہ تو

[1] ایضاً الکلمۃ الملہمہ، صفحہ ۲۲ بحوالہ علامہ شرف قادری: مقالات رضویہ ص ۱۰۳

مجھ سے محبت رکھتا ہے تو وہ عذاب کرتا جو کسی پر نہ کیا ہو۔ (۱)

(ii) اللہ میاں کہنا ممنوع ہے

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا: حضور! اللہ میاں کہنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد فرمایا: زبان اردو میں لفظ میاں کے تین معنی ہیں۔ ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شان الوہیت پاک ومنزہ ہے۔ اور ایک کا صدق ہوسکتا ہے۔ تو جب دو لفظ خبیث معنوں اور ایک اچھے معنیٰ میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا۔ اس کے ایک معنیٰ مولیٰ تعالیٰ بے شک مولیٰ ہے دوسرے معنی شوہر تیسرے معنی زنا کا دلال کہ زانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔ (۱)

اسی طرح ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ ''میاں'' مکتوب ہے۔ یہ ممنوع ومعیوب ہے۔ زبان اردو میں میاں کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے وارد نہیں لہٰذا اس کا اطلاق محمود نہیں۔ (۲)

(iii) اللہ کے لیے جمع کی ضمیر خلاف اولیٰ ہے

ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''اللہ عزوجل کے لیے ضمائر مفرد کا استعمال مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائر جمع میں بھی کوئی حرج نہیں اس کی نظیر قرآن میں ضمائر متکلم میں صدہا جگہ ہے (انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون) اور ضمائر خطاب میں صرف ایک

---

(۱) مولانا مصطفیٰ رضا خان۔ ملفوظات مولانا احمد رضا خان ۱/۱۰۶-۱۰۷ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

(۲) مولانا مصطفیٰ رضا خان، ملفوظات مجدد مأة حاضرہ ۱/۱۲۵۔

(۳) فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۲۷۵۔

جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے عرض کرے گا (رب ارجعون اعمل صالحا) اس میں علماء نے تاویل فرمادی ہے ارجع کی جمع باعتبار تکرار ہے اور ارجع ارجع ارجع۔ ہاں ضمائر غیبت میں ذکر مرجع صیغہ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہے۔''

آگے فرماتے ہیں: بہرحال یوں کہنا ہی مناسب ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' مگر اس میں کفر وشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلافِ اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ①

(iv) پردہ وحی کے پیچھے حضور ﷺ کا ہونا محض جھوٹ ہے

سوال: ایک واعظ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ آپ کے جواب میں کہا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کبھی پردہ اُٹھا کر دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ میری مجال نہیں کہ پردہ اُٹھا سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اُٹھا کر دیکھنا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور پُر نور ﷺ جلوہ فرما ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرما رہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا۔ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔

جواب: یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافترا ہے اور اس کا یوں بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ ہے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر ہے۔ ②

---

① مولانا احمد رضا خان (احکام شریعت، حصہ دوم صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ شبیر برادرز، لاہور)

(ب) نیز دیکھیے فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/ ۶۴۸-۶۴۹۔

② اعلیٰ حضرت: عرفان شریعت صفحہ ۱۸، مکتبۃ المدینہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور۔ نیز دیکھیے فتاویٰ رضویہ (جدید) ۱۵/ ۲۹۸-۳۰۱ طبع ۱۹۹۹ء۔

(V) جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہے، کافر ہے

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا "جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے، اس شخص کی نسبت علماء کیا فرماتے ہیں؟

اس مسئلہ کے جواب میں فرمایا:

"کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں، بعد اس کے کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے یقیناً کافر مرتد ہے، من شك فی عذابه و کفره فقد کفر (جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ کافر ہو گیا) جو اس کے قول پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا، اس سے میل جول، سلام کلام سب قطعاً حرام۔"

اس فتویٰ کی دلیل میں چند آیات قرآنی پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اگر وہ اعلانیہ تائب ہو اور از سر نو مسلمان ہو فبہا ورنہ اگر وہ بیمار پڑے اس کی عیادت حرام، اگر مر جائے اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز سخت حرام، جنازہ کے ساتھ جانا حرام، مقابر مسلمین میں اسے دفن کرنا حرام، اسے ایصال ثواب سخت حرام بلکہ کفر، کوئی تنگ گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں اور بغیر کسی فاصلہ کے اوپر سے اینٹ پتھر خاک بلا جو کچھ ہو پاٹ دیں۔ و ذالك جزاء الظالمین۔"[1]

۱- فتاویٰ رضویہ (جدید) ۱۴/ ۲۷۷-۲۷۸ طبع ۱۹۹۸ء۔

تبصرہ

پروفیسر دلاور خان

پرنسپل جامعہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملیر کراچی

مفکر اسلام امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا تھے کہ اگر مسلمانوں میں عقیدہ توحید کی حدت ماند پڑ گئی تو مسلمانوں کا وجود خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے گا۔ اسی کے ساتھ ساتھ عرفان توحید سے سرشار ہو کر آپ نے ایسے عناصر کا بھی بھر پور تعاقب کیا جنہوں نے توحید کی آڑ میں تنقیص رسالت اور اولیائے امت کی بے ادبی و گستاخی کی۔ آپ نے بطور ماہر الٰہیات تقاضہ توحید، فروغ توحید، تحفظ توحید، کمالات توحید، ذرائع معرفت توحید، ثبوت توحید، توحید شیطانی، توحید ملکوتی، ردمنکرین توحید، اقسام توحید، آداب توحید، تقدیس توحید، شعور توحید کو اپنی تصنیفات میں اس طرح سمو دیا کہ معرفت الٰہی کی جلوہ نمائی جہان رضا میں اپنی آب وتاب کے ساتھ ہر سو دکھائی دیتی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس موضوع میں کس قدر وسعت پائی جاتی ہے۔

زیر تبصرہ مقالے کے مصنف حافظ سعد اللہ صاحب ایک منجھے ہوئے مقالہ نگار ہیں جو تحقیقی مقالہ نگاری کے فن کو برتنے کا اچھا ڈھب جانتے ہیں، آپ صدارتی ایوارڈ یافتہ سیرت نگار ہیں اس سے پہلے بھی کئی علمی و تحقیقی کتب تحریر کر کے اہل علم سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں، آپکی تحریر میں سنجیدگی اور مقصدیت اتم درجے پر پائی جاتی ہے۔ آپ خود بھی ایک صالح اور عالم باعمل ہیں اور ایک صالح معاشرے کے قیام کے لیے آپ تحریری میدان میں مصروف عمل ہیں۔

حافظ صاحب نے توحید فکر رضا کے فروغ اور رہنمائی کے لیے ایک عمدہ کوشش کی ہے۔ یہ موضوع رضویات کے سلسلے میں ایک مفید اور قیمتی اضافہ ہے۔ آپ نے اس موضوع کے ۲۰ ذیلی عنوانات کو توحیدی نگارشات رضا کے شہ پاروں سے مزین کیا ہے۔ آپ نے ثانوی مآخذ کے بجائے مستند بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا ہے جسے اہل تحقیق یقیناً قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

دور حاضر میں اس مقالے کی معیاری نشر و اشاعت کی سعادت حجاز پبلی کیشنز۔ لاہور کے ڈائریکٹر ممتاز نوجوان مذہبی اسکالر حضرت مولانا علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب کے حصے میں آرہی ہے جو خود بھی صاحب علم اور صاحب علم کے قدر دان ہیں۔ اس خوبصورت اشاعت پر فاضل مقالہ نگار اور ناشر یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ سعد اللہ صاحب اور علامہ محمد اسلم شہزاد مدظلہما کے رضویات سے متعلق علمی و تحقیقی ذوق و شوق میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین ثم آمین